یہودیوں سے مکالمہ کی مذہبی بنیادیں

سیرت النبی ﷺ، اسوۂ انبیاء اور کتب مقدسہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر خادم حسین

ایسوسی ایٹ پروفیسر، وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون سائنس اور ٹیکنالوجی

ABSTRACT

Basics of Religious Dialogue with Jews (Islamic Perspective)

Judaism belogs toBani-Israel (Children of Israel). It is a revealed religion. Quran says God had sent a large number of prophets in Bani-Israel for the true guidance. These prophets called on their people to come to the God and taught them the basics of their religion. On the other hand it is also an established fact that a lot number of prophets were rebuffed by their own people, and a lot more were killed because of their message. Holy Quran has mentioned this fact many a times.

God repeated His message of true divine guidance over and over again for these people and remind them of God's bounties for these people and gave them

the title of Ahl-e-Kitab (People of Book) and asked them to come to the points we shared with each other. This is the very basic of religious dialogue with Jews and a dynamic focal point where religious dialogue with Jews should be started and continued.

The holy Prophet Muhammad at the time of his arrival in Madina signed a pact with other tribes and that pact is now called Messak-e-Madina (The pact of Madina).

This pact is the first written pact of the world. The pact also sets a vision for the world to come. The prophet also extended invitation for the Jews and had a dialogue with them and tried to make them remember the basics of their own religion and asked them to convert in Islam. Some of them accepted the invitation and became Muslim including some of the senior clergy (Kohanims) of the Judaism.

Instead of this Jews remained stanch antagonist of Muslims and even today's world is full of hatred on the basis of religion and ethnic backgrounds between the two.

There are a lot of impediments between Jews and Muslims. The prominent among them is the problem of Palestine. Both of the religions have historical references for the land. Thus it is necessary to talk on this very core issue. Another impediment for a meaningful dialogue between Jews and Muslims is the common sacred geographical heritage.

Besides, it is our religious duty to extend religious appeal to the Jews. On the basis of peaceful co-existence and to eliminate narrow sightedness, violence and intolerance and to promote reconciliation we need to start the process of interfaith dialogue on the basis of Islamic principals.

The sources of this thesis, to mark the importance of this thesis, include life-style of the holy prophet as recorded in books of Hadith ,text of the revealed holy books and Islamic fundamentals.

اسرائیل دو الفاظ کا مجموعہ ہے اسرا بمعنی بندہ یا عبد۔ ایل بمعنی اللہ۔ جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا بندہ۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا، جو اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ انہی کی نسل کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں اسرائیل کو ہی یہود بھی کہتے ہیں۔

یہوداہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد جب ان کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی تو اس خاندان کی

ریاست یہودیہ کے نام سے موسوم ہوئی جبکہ دیگر قبائل نے الگ ریاست قائم کرلی جس کا نام سامریہ پڑا۔ بعدازاں صرف یہوداہ اور اس کے ساتھ بن یمین کی نسل باقی رہ گئی جس پر یہوداہ کی نسل کے غلبے کی وجہ سے یہود کے لفظ کا اطلاق ہونے لگا۔ اس نسل کے اندر کاہنوں، ربیوں اور احبار نے اپنے اپنے خیالات اور رجحانات کے مطابق عقائد اور رسوم کا جو ڈھانچہ تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔(۱) قرآن کریم نے دونوں ہی ناموں سے انہیں مخاطب کیا ہے مثلاً:(۲)

آخرالذکر میں سب کے سب اسرائیلی ہی نہ تھے بلکہ وہ غیر اسرائیلی لوگ بھی تھے جنہوں نے یہودیت قبول کرلی تھی، وگرنہ عمومی خطاب بنی اسرائیل ہی کا رہا۔

انسانوں کی رشد و ہدایت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے روز اول ہی سے جاری کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان تک انبیاء کا یہ سلسلہ بغیر کسی وقفہ کے جاری رہا۔ کم و بیش ایک لاکھ چالیس ہزار انبیاء کرام دنیا میں آئے جن میں سے ایک سو چار رسول تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے کتب و صحف نازل کیے۔

انبیاء کرام کے اس سلسلے میں جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مقتدر اور جلیل القدر ہستی ہیں، جن کی طرف دنیا کے تین مذاہب یہودیت، نصرانیت اور اسلام اپنی نسبت کرتے ہیں اور انہیں اپنا روحانی و مذہبی پیشوا مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو خصوصی مقام و مرتبہ بخشا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ بنی اسرائیل کا معروف سلسلہ بھی انہی کی اولاد میں سے چلا ہے۔

اگرچہ یہود اپنی نسبت حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں مگر بنی اسرائیل نے جس پیغمبر کے دور میں اپنی روحانی اور دینی ترقی کی منازل طے کیں اور شریعت و قانون کے حامل ہوئے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، جن پر تورات نازل ہوئی۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی اور دیگر انبیائے کرام پر صحیفے نازل ہوئے۔ یہود بالاتفاق مذکورہ کتب و صحائف کو اپنی دینی کتب مانتے ہیں اور ان کو عہد نامہ قدیم یا عتیق کا نام دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک اور چیز بھی ہے جسے تالمود کا نام دیا جاتا ہے۔ یہود کے دینی ادب میں اس کا بھی اہم مقام ہے۔ ذیل میں ہر دو کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔عہد نامہ قدیم:

عہد نامہ قدیم یا عتیق (پرانا ترجمہ) میں تین قسم کی کتابیں شامل ہیں۔ ۱۔اسفار تواریخی، ۲۔اسفار حکمت، ۳۔اسفار نبوت۔

اسفار سفر کی جمع ہے جس کا مطلب ہے کتاب، پہلے حصے میں مندرجہ ذیل کتب شامل ہیں۔

خمسہ موسوی:

عہد عتیق کی پہلی پانچ کتابیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں، بالعموم توریت یا توراۃ بھی کہتے ہیں۔ یہ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی قانون یا شریعت کے ہیں۔

یہودیت کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے یہ ایک الہامی مذہب ہے بنی اسرائیل میں کثیر تعداد میں انبیاء انسانی رشد و ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور انہوں نے بنی اسرائیل کو دین کی دعوت دی اور اللہ کی طرف بلایا اور دین کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا، یعنی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل کی کثیر تعداد نے انبیاء کی دعوت کو مسترد کردیا، بلکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی قتل کر ڈالا اس کا ذکر قرآن کریم میں مختلف مقامات پر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اپنے خاص احسان و انعامات بھی یاد دلائے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر مختلف اوقات میں کئے مگر یہ قوم انتہائی احسان فراموش تھی انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اُنہیں اذیتیں پہنچائیں اور انہیں قتل کیا۔

الہامی مذاہب میں اولویت کا شرف حاصل کرنے والی اس قوم کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و تبلیغ میں بنیادی اہمیت دی اور انہیں قرآن کریم میں اہل کتاب کہہ کر پکارا اور کہا گیا کہ آؤ اس چیز کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یہی مکالمے کا بنیادی محرک اور اساس ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آمد کے وقت یہود اور دیگر اقوام سے ایک تاریخی معاہدہ کیا جو میثاق مدینہ کے نام سے موسوم ہے۔

یہ دنیا کا پہلا تحریری معاہدہ اور منشور ہے اور ایسے بہت سے نظائر بھی ملتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دین کی دعوت دی اور ان سے مکالمہ کیا اور انہیں بنی اسرائیل کے انبیاء کی تعلیمات یاد دلائی اور انہیں دین اسلام کی دعوت دی اور ان میں کچھ قبائل نے اسلام قبول کیا جن میں کچھ

یہودی علماء بھی شامل تھے۔

مگر اس کے باوجود یہود مسلم دشمنی میں ہمیشہ آگے ہی رہے آج بھی دنیا میں مذہبی اور نسلی بنیادوں پر بدامنی کے اثرات نمایاں ہے۔

دور حاضر میں مسلمانوں اور یہودیوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے میں بے شمار رکاوٹیں اور محرکات ہیں ان میں سب سے اہم مسئلہ، مسئلہ فلسطین ہے اس سے مسلمان اور یہودی دونوں مذہبی اور تاریخی وابستگیاں رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اس لئے ہم اپنے مقالہ میں بنیادی موضوع کے تناظر میں اس پر گفتگو کریں گے۔

ایک دوسری رکاوٹ جو مسلمانوں اور یہودیوں میں مکالمے میں رکاوٹ کا سبب ہے وہ درحقیقت دونوں مذاہب کے ماننے والوں کا تاریخی پس منظر ہے۔

یہودیوں کو دین کی دعوت دینا اور انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا ہمارا دینی اور ملی فریضہ ہے ان تمام وجوہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے پرامن بقائے باہمی کی بنیاد پر مذہبی تعلیمات تنگ نظری اور بدامنی عدم رواداری کے خاتمے کے لئے اور مفاہمت کے فروغ کے لئے مکالمے کی راہ اپنانا دور حاضر کا تقاضہ اور اسلامی تعلیمات کی اہم بنیاد ہے۔

مذکورہ بالا موضوع پر بنیادی مصادر و مراجع، اسوہ نبوی، الہامی مذاہب کی کتب مقدسہ اور اسلامی نظائر کو بنیاد بنا کر موضوع کی اہمیت کو اُجاگر کیا جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک کا نام اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے کا نام الحق علیہ السلام تھا حضرت اسحٰق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عیسو اور دوسرے کا نام یعقوب تھا، یعقوب کو بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں اللہ کا بندہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے چار شادیاں کیں ان سے بارہ بیٹے تھے، بڑے بیٹے کا نام یہودہ تھا، جو ملک فلسطین میں آباد ہوا ان کی نسل یہودی کہلائی۔

درحقیقت یہودی وہی ہوتا ہے جو یہودی ماں کے بطن سے پیدا ہو تمام یہودی نسلی لحاظ سے بنی اسرائیل ہیں لیکن تمام بنی اسرائیل یہودی نہیں ہیں گو بعد کے زمانے میں یہود اور بنی اسرائیل ہم معانی الفاظ استعمال ہونے لگے، لہٰذا عرف عام میں بنی اسرائیل کو یہود سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ (۴)

تاریخ مذاہب میں یہودی مذہب کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہی پہلا الہامی مذہب

ہے، جس کے ذریعے دنیا توحید سے آشنا ہوئی یہودیوں نے کثرت پرستی سے وحدت پرستی تک تمام مراحل طے کئے اور شرک پرستی سے دنیا کو بچانے کے لئے جدوجہد کی اور خالص توحید کے علمبردار بن کے ابھرے جب تک وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے پیغام اور توحید کے نظریے پر کاربند رہے۔(۴)

بنی اسرائیل اپنے وقت کے مسلم تھے ان کے باپ نے مرتے وقت یہی وصیت کی تھی کہ:

ولاتموتن الاوانتم مسلمون

صرف اسی حالت میں مرنا کے تم مسلم ہو۔

اور یہ رہے بھی مسلم مگر ان کی نسل جیسے جیسے آگے بڑھتی اور پھیلتی گئی حالات اور زمانے کے اثرات سے متاثر ہوتے گئے یہ اپنے خودساختہ افکار ونظریات اور چند رسمی امور پر عمل پیرا ہونے کے بعد بنی اسرائیل مسلمانی چھوڑ کر صرف یہودی بن گئے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ان کو ناراضگی سے آواز دی:

یا ایھاالذین ھادو

اے لوگوں! جو یہودی بن گئے ہو۔

کہہ کر پکارا، یعنی یہودی نہیں تھے، تم تو مسلم تھے اب فقط یہودی رہ گئے ہو۔ یہودی آغاز ہی سے نسل پرستی کی طرف راغب تھے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب میں صرف یہودی وہ قوم ہے جو نسلی امتیاز اور نسلی تعصب میں منفرد مقام رکھتے ہیں نسلی برتری کا احساس انہیں ہمیشہ سے رہا ہے اور نسلی برتری کے جنون میں یہ الہامی تعلیمات سے دور ہوئے۔(۵)

تمام الہامی مذاہب میں خدا کا تصور موجود ہے اور اس کی توحید پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اس لئے عیسائی یہودی اور مسلمان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتے ہیں، اگرچہ اکثر جگہ بعد کے اضافوں اور ترمیموں کی بنا پر یہ عقیدہ کمزور پڑ گیا۔ مثال کے طور پر عیسائیوں میں ابتداء میں ایک خدا کی وحدانیت کا تصور موجود تھا لیکن بعد میں تین خداؤں کا تصور پیدا ہو گیا۔ اسلام کے علاوہ توحید خالص کی تعلیم یہودی مذہب میں ملتی تھی۔(۶)

یہودیوں کا یہ دعویٰ کے وہ خدا کے منتخب اور چہیتے بندے ہیں اور خدا ان سے خصوصی نوعیت کا تعلق رکھتا ہے وہ اس پر غرور اور فخر بھی کرتے ہیں اسی وجہ سے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے سے کمتر اور ذلیل تصور کرتے ہیں، یہود کا محبوب ہونے کا دعویٰ اگرچہ بالکل غلط اور بے بنیاد

بھی نہیں خود قرآن نے کئی مقامات پر بنی اسرائیل کی فضیلت کا ذکر کیا ہے ارشاد ربانی ہے: ''اے بنی اسرائیل ذرا میری اُن نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہیں دی تھیں اور یہ کے میں نے تمہیں پوری دنیا پر فضیلت بخشی تھی۔(۷)

بنی اسرائیل کی اس فضیلت کی وجہ کوئی نسلی امتیاز نہ تھا بلکہ فضیلت کی وجہ صرف یہ تھی کہ اسلام کی دعوت ساری دنیا تک پہنچانے اور قائم کرنے کی ذمہ داری ان پر تھی جب بنی اسرائیل نے ذمہ داری سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس منصب فضیلت سے محروم کر دیا اور وہ دربدر کی ٹھوکریں کھانے لگے قبطیوں نے انہیں اپنا غلام بنالیا اور وہ ایک طویل عرصے تک غلامانہ زندگی بسر کرتے رہے اس غلامانہ انحطاط کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے آپ کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۱۳۰۰ سو سال پہلے کا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں بنی اسرائیل نے بغاوت کی اور مصر سے ہجرت کر کے جزیرہ نمائے سینا کی طرف آئے کوہ سینا ہی میں تورات کے بیشتر احکام نازل ہوئے ایک طویل عرصے تک خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرنے کے بعد بنی اسرائیل نے فلسطین پر قبضہ اور اپنی حکومت قائم کی یہ حکومت قلیل رقبے پر تھی آبادی زیادہ نہ تھی لیکن ہر حیثیت سے برتر اور بہت دولتمند تھی۔

یہودیوں کی ساری تاریخ عروج و زوال کی تاریخ ہے یہ عروج و زوال مادی بھی تھی اور روحانی بھی جب انہوں نے خدا کی نافرمانی کی اور اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کا مذاق اڑایا اور انہیں جھٹلایا بلکہ انہیں قتل تک کیا تو انہیں زوال ہوا اور وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے۔(۸)

ہم دیکھتے ہیں کہ الہامی مذہب اور الہامی تعلیمات سے وابستگی کی بنیاد پر مسلمان اور یہودیوں کے عقائد میں کافی حد تک اشتراک پایا جاتا ہے ایک یہودی فلسفی موسیٰ بن مسیون نے یہودی عقائد کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ ایک یہودی وجود خداوندی پر ایمان رکھتا ہے اس کی وحدت پر ایمان، اس کے دائم ہونے پر ایمان اس کے غیر مادی ہونے کا تصور اس پر ایمان کہ عبادت صرف اسی کی کی جائے پیغمبر پر ایمان خدا علیم وخبیر ہے، یوم آخرت کی جزاء اور سزا پر ایمان مسیح کے آنے پر ایمان، مردوں کے جلانے پر ایمان۔(۹)

یہ عقائد یہودیوں سے مکالمہ کی بنیادیں فراہم کرتے ہیں اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دعوت دی آؤ اس کلمے کے طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترکہ ہے ارشاد

ربانی ہے (اے نبی) کہو اے اہل کتاب: آ ءو ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔اس کا مطلب ہے کہ ایک ایسے عقیدے پر ہم سے اتفاق کرلو کہ جس پر ہم ایمان لائے ہیں اور جس کے صحیح ہونے سے تم بھی انکارنہیں کرسکتے اور تمہارے اپنے انبیاء سے یہی عقیدہ منقول ہے اور تمہاری اپنی کتب مقدسہ میں اس کی تعلیم موجود ہے۔(۱۰)

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد یہود مدینہ سے معاہدہ کیا جو میثاق مدینہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، حضور ﷺ نے مدینہ کے یہود کو معاشرتی، سیاسی اور مذہبی آزادی دی مگر اس کے برعکس یہود نے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی بلکہ رسول اللہ ﷺ کو جان سے مارنے کی کئی بار کوشش کی اور دل سے حضور ﷺ کا احترام نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا (یہود اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہونگے جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو صاف کہہ دو راستہ بس وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے)۔(۱۱)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ مسلمانوں سے کسی صورت میں راضی اور خوش نہیں ہوسکتے جب تک مسلمان بھی ان جیسا طرز عمل اختیار نہ کرلیں جو خود ان کا اپنا شیوہ ہے، امت مسلمہ جتنی کوشش کرلے کسی صورت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جب تک مسلمان اپنے آپ کو عسکری، معاشی اور اخلاقی طور پر ان سے بہتر ثابت نہ کردیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہود اور مشرکین کے حوالے سے فرمایا کہ تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔(۱۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ اور پیغمبر کو ماننے والے ہوتے جو پیغمبر پر نازل ہوئی تھی تو کبھی بھی اہل ایمان کے مقابلے میں کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے۔(۱۳)

یہودی عجیب قسم کے اہل کتاب ہیں کہ توحید اور شرک کی جنگ میں مشرکین کا ساتھ دے رہے ہیں، اقرار نبوت اور انکار نبوت کی لڑائی میں ان کی ہمدردیاں منکرین نبوت کے ساتھ ہیں اور بلاکسی شرم و حیا کے یہ دعویٰ رکھتے ہین کہ ہم اللہ، پیغمبروں اور الہامی کتابوں کے ماننے والے ہیں۔(۱۴)

یہود دشمنی کے باوجود پیغمبر اسلام جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے یہود کے ساتھ معاہدہ کیا، جس سے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ یہود کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات مضبوط ہوں، آپ ﷺ نے دوسرے قبائل کو بھی اس معاہدے میں شامل کیا اس معاہدے کی شرائط سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ معاہدہ یہود سے مکالمے کی بنیادیں فراہم کرتا ہے۔

معاہدے کی شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ خون بہا اور فدیہ کا طریقہ جو پہلے سے چلا آ رہا تھا اب بھی قائم رہے گا۔

۲۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ یہود اور مسلمان ہمیشہ دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۴۔ یہود یا مسلمانوں کی کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

۵۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

۶۔ مدینے پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق دفاع میں شریک ہوں گے۔

۷۔ کسی دشمن سے اگر کوئی فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔ لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔ (۱۵)

یہ معاہدہ مکالمہ بین المذاہب کی راہیں کھولتا ہے جس سے مسلمان اور دوسرے مذہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے قریب آ سکتے ہیں،

اس مکالمے کی بدولت معاشرے میں امن و سلامتی قائم کرنے اور دہشت گردی سے محفوظ رکھنے اور دنیا کے تمام انسانوں کو خواہ وہ کسی مذہب اور عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں بالخصوص اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو مسلمانوں کے قریب لایا جا سکتا ہے اور مذاہب میں مشترک انسانی اقدار اخلاقیات رواداری کو عیاں کیا جا سکتا ہے اور اس کی بدولت انہیں اس بات پر قائل کیا جائے کہ اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق دنیا کے تمام انسانوں کو اپنے عقائد پر عمل پیرا ہونے کی آزادی ہونے چاہیئے، اور کسی کو بھی دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ سب اقوام ایک دوسرے کا احترام کریں، اسی صورت میں ہم غربت، افلاس، جہالت اور جنگوں کی تباہ کاریوں سے اپنے آپ کو محفوظ بنا سکتے ہیں، اور مذہبی تصادم سے بچ سکتے ہیں، اسی نظریہ کو اپنانا ہوگا کہ اپنے عقیدے کو مت چھوڑو اور دوسرے کے عقیدے کو مت چھیڑو۔

مصادر و مراجع:

۱۔ رابرٹ، وین ڈی ویئر، یہودیت تاریخ، عقائد، فلسفہ، لاہور، بک ہوم ۲۰۰۶ء، ص ۹

۲۔ یہوداہ کے حالات کے لئے دیکھئے: کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور ۱۹۹۰ء، کتاب پیدائش، باب ۳۵، ۳۶، ۳۷ نیز یہودیت کے نام سے کیتھولک بائبل میں کتاب بھی ہے، ملاحظہ ہو کلام مقدس کا عہد عتیق و جدید، ۱۹۵۸ء کی کتاب یہودیت، ص ۶۰۵

يَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ (سورہ بقرہ، آیت ۴۷)

اور ...... إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِيْنَ (سورہ بقرہ، آیت ۶۲)

۳۔ غلام رسول چوہدری، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، لاہور علمی کتب خانہ سن نامعلوم، ص ۳۳۵

۴۔ رشید احمد، تاریخ مذاہب، کوئٹہ ذمر پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص ۲۶۲

۵۔ پاریکھ، عبدالکریم، مولانا، قوم یہود اور ہم قرآن کی روشنی میں، کراچی مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۶ء ص ۱۷

۶۔ خورشید احمد پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی، ۱۹۹۲ء، ص ۵۸

۷۔ القرآن، سورہ بقرہ، آیت ۴۷

۸۔ خورشید احمد پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، ص ۵۹

۹۔ حوالہ سابقہ، ص ۶۰

۱۰۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا تفہیم القرآن، ج اول، لاہور مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۱ء،

ص۲۶۲

۱۱۔ حوالہ سابقہ، ص۱۰۶

۱۲۔ القرآن، سورہ المائدہ، آیت۸۲

۱۳۔ حوالہ بالا، آیت۸۱

۱۴۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۴۹۷، ۴۹۸

۱۵۔ شبلی نعمانی، علامہ و سید سلیمان ندوی، سیرت النبی جلد اول، کراچی، دارالاشاعت، ص۱۸۵، ۱۸۶

کتابیات:

۱۔ ویررابرٹ وین ڈی: یہودیت تاریخ، عقائد، فلسفہ، لاہور، بک ہوم، ۲۰۰۶ء

۲۔ پاریکھ، مولانا، عبدالکریم، قوم یہود اور ہم قرآن کی روشنی میں کراچی مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۶ء

۳۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، جلد اول، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۱ء

۴۔ رشید احمد، تاریخ مذاہب، کوئٹہ، زمرد پبلی کیشنز ۲۰۰۹ء

۵۔ ابوطاہر، محمد صدیق، مولانا مذاہب عالم کا جامع انسائیکلوپیڈیا، کراچی، ادارۃ القرآن، ۲۰۰۶ء

۶۔ رشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، جامعہ کراچی، شعبہ تصنیف وتالیف، ۱۹۹۲ء

۷۔ غلام رسول چوہدری، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، لاہور، علمی کتاب خانہ سن نامعلوم

۸۔ مولانا، شبلی نعمانی، علامہ و سید سلیمان ندوی، سیرت النبی اول، دوم، کراچی، دارالاشاعت

عیسائیوں سے مکالمے کی مذہبی بنیادیں سیرۃ النبی ﷺ
اسوہ انبیاء علیہم السلام اور کتب مقدسہ کی روشنی میں

محترمہ ذرینہ قاضی
گورنمنٹ ہائی سیکنڈری اسکول، پنوعاقل

ABSTRACT

In this research paper, I have to try to describe some ideas, to clear how we heave had dialogue with christinity according to the teaching of Quran and life of Muhammad (ﷺ).

As we believe this God has sent the prophets for the guidence of humankind with a guide. This service stands from Adam and ends to Muhammad(ﷺ).

Dialogue: Conversation of two or more people on an agenda, which ends on a solution in humanity man in diffrent ages has used this type of method to propagate his ideas with the others.

Imprtants of Dilogue:

Dilogue is one of the best sources to convey some one or argue with other, to share ideas and feelings.

Qualities of Dialogue:

The dialogue shold be done with great care of using soft words with positive mind, in a very smooth and beautiful atmosphere. Bimatual

respect is an important quality of the dialogue.

Religious bases of Christinity:

Need of dialogue is an important tool for the solution of religious affairs. Every religion tolerates to the other in the both religious some beliefs or common such as birth of Sydna Essa (A.S) and belief in antichrists etc.

Dilogue is best to create peace and harmony in the world, to save the humanity from terrorism, to inhance atmosphere of confidence and trust etc.

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ والسلام

علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

وبعد: قال اللہ تبارک وتعالیٰ : کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفو فیہ (1) وقال اللہ تبارک وتعالیٰ قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوآ الیٰ اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی (2) وقال اللہ تعالیٰ :قل یا اھل الکتٰب تعالوالیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا للہ ولا نشرك بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (3)

کہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ، وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

محمد عربی رحمۃ للعالمین محسن انسانیت رؤف ورحیم ،رہنمائے کاروان انسانیت ،خیرالبشر ،صاحب خلق عظیم ،معلم کتاب وحکمت ،خاتم المرسلین ،ہادیء اکرم ۔پیغمبراعظم ،مینار نور جمال الاولین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات اوراسوہ حسنہ وہ واحد منبع ہے،جس سے عالم اسلام کی زندگی اورانسانی معاشرے کی سعادت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں اور قیامت تک رواں دواں رہیں گے۔رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکت پر کروڑوں درود وسلام۔رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اوران کالایا ہوا نظام دنیا کے لیے راہ ہدایت ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ دور جدید میں جب انسانیت گمراہی اورپستی کے راستے پر جاری ہے۔امن ختم ہوچکا ہے انسان انسان کا دشمن ہوچکا ہے اس وقت اس بات کی بیحد ضرورت ہے کہ رسول اللہ و کی تعلیمات پرعمل کرتے ہوئے اللہ کے راستے کی طرف بلائیں اورانہیں حق وباطل میں تمیز کرنا سکھائیں۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے نمونہ بنایا گیا ہے۔(۴)حکمت الٰہی کا تقاضا ہے کہ انسان اجتماعی اورمعاشرتی زندگی بسر کرے اور بنی نوع انسان سے استفادہ بھی کرے اورانہیں فائدہ بھی پہنچائے اور دوسروں کے علوم وفنون سے رہنمائی بھی حاصل کرے۔اوراپنے فکر ونظر کے چراغ روشن کرکے شبستان وجود کومنور بھی کرے۔کیونکہ رسول اکرم ﷺ کسی ایک قبیلے یا گروہ یا علاقہ کی طرف نہیں مبعوث ہوئے تھے بلکہ اللہ رب العزت انسانوں کے خالق کی طرف سے تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر مبعوث کیے گئے۔یہی سبب تھا کہ آپ ﷺ نے تمام دنیا کواسلام کی طرف دعوت دی اورتمام ممالک کے حکمرانوں سے خطوط اوروفود کے توسط سے مکالمہ کیا انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔

مقالہ کا منہج واسلوب:

مذکورہ چند تمہیدی سطور کے بعد ہم زیرنظر مقالہ کے منہج واسلوب پر روشنی ڈالتے ہیں۔مقالہ کومندرجہ ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔مکالمہ کیا ہے؟اس کی تعریف۔

۲۔مکالمہ کی خصوصیات۔

۳مکالمہ کی اہمیت۔

۴۔مکالمہ کی مذہبی بنیادیں۔
۵۔عیسائیوں سے مکالمہ کی مذہبی بنیادیں۔
۶۔عیسائیت اور اسلام میں دینی مفاہمت۔
۷۔عیسائیوں سے مکالمہ کے فوائد۔
۸۔عیسائیوں سے مکالمہ کو موثر بنانے کی تجاویز۔

ا۔مکالمہ کیا ہے:

اللہ عزوجل نے انسان کو حیوان ناطق بنایا اور اس کو قوت گویائی جیسی بڑی نعمت سے نوزا۔ اسی نعمت سے انسانی زندگی کے بڑے حصے کا تعلق ہے۔اس کے ذریعے ہی انسان حقوق اللہ حقوق العباد اور دعوت وتبلیغ کا کام سرانجام دیتا ہے۔

تعریف:

مکالمہ بات چیت کا دوسرا نام ہے جس میں کسی موضوع پر بغیر کسی تعصب کے اصلاح کے لیے بات کی جائے۔جن دو اشخاص یا دو گروہوں کے درمیان مکالمہ ہو وہ علمی لحاظ سے ایک دوسرے کے برابر ہوں۔تاکہ اونچ نیچ یا لاعلمی کا سوال پیدا نہ ہو۔اس کی تعریف ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب نے اپنی کتاب مکالمہ اتحاد بین المذاہب میں کچھ اس طرح کی ہے کہ:"مکالمہ بات چیت کی وہ قسم ہے جو دو اشخاص یا دو ٹیموں کے درمیاں ہوتا ہے۔اس میں باتوں کا تبادلہ فریقین کی برابری کی بنیاد پر ہوتا ہے۔چنانچہ ان میں سے کسی ایک کو فوقیت نہیں ہوتی اس میں سکون واطمینان کی فضا ہوتی ہے جھگڑے وعناد سے دور رہ کر تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ایسی گفتگو مطالعہ کے دوران دوستوں یا کام کرنے والے دو اشخاص کے درمیان کام کرتے ہوئے یا کسی محفل یا رتجگا کے شرکاء کے درمیان ہوتی ہے۔"(۵) جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں بھی جدال یعنی جھگڑا کرنے سے روکا گیا ہے بلکہ احسن طریقے سے گفتگو کرنے کا حکم آیا ہے اور یہ بھی حکم کیا ہے کہ اللہ کی کتاب کے علم کے کے بغیر ایک دوسرے سے نہ لڑو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدًی ولا
کتاب المنیر (۲)

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کسی علم اور ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے
بغیر اللہ تعالٰی کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔

مکالمہ کی اہمیت:

قران کریم میں کلمہ محاورہ (گفتگو) کے الفاظ تین مرتبہ آئے ہیں جن میں تبادلہ خیال اور دو فریقوں کے درمیان گفتگو کا مفہوم پایا جاتا ہے۔(۷)

مکالمہ ایک ایسا عمل ہے جس میں کسی نصب العین کی طرف اخلاص سے بلایا جاتا ہے، اس نصب العین سے اختلاف و انحراف کے نقصانات اور خطرات سے ڈرایا جاتا ہے اور غفلت و نسیان کے پردوں کو چاک کر کے اصل نصب العین کو یاد دلانے کے لیے نصیحت کی جاتی ہے۔ یہ ایمان والوں کے دلوں میں سچائی کا وہ جوش ہے جو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ تاوقتیکہ وہ انکے عقیدے سے اور قول و فعل سے اپنے تئیں ظاہر نہیں کرنے دیتا اور ان کو اس وقت تک اطمینان نصیب نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اپنا پیغام ہر فرد بشر تک نہ پہنچا دیں اور تمام بنی نوع انسان اس چیز کو تسلیم نہ کر لے جسے وہ برحق یقین کرتے ہیں۔ قرآن پاک نے مکالمہ کی صحیح اہمیت اور اس کے اصول وضوابط پر مفصل بحث کی ہے۔ حضور ﷺ نے مکالمہ کے تمام پہلوؤں پر عمدہ روشنی ڈالی ہے۔ آپ ﷺ نے تبلیغ کے دونوں دوائر میں کام کی نوعیت و اہمیت کا تفصیلی جائزہ لیا اور احکام صادر فرمائے۔ آپ ﷺ نے اوّلیں طور پر یہ کام کیا کہ دنیا کی تمام قوموں کو برابری اور مساوات کی ایک سطح پر لا کھڑا کیا اور اللہ کے پیغام کی منادی کا سب کو یکساں مستحق قرار دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے مکالمہ کے لیے قریش و غیر قریش، حجاز و یمن، عرب و عجم اور ہند و روم کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ دنیا کی ہر قوم، ہر زبان اور ہر گوشے میں صدائے الٰہی کو پہنچانا فرض قرار دیا، البتہ عملی سہولت کے لیے ایک ترتیب ملحوظ رکھی۔ قرآنِ پاک میں مکالمہ کے ضمن میں دو طرح کے ارشادات ہیں۔ ایک وہ جن میں فریضۂ تبلیغ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور دوسرے وہ جن میں ترتیب کار کو بیان کیا گیا ہے۔ مکالماتی مشن کے لیے قرآنِ پاک نے مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں، مثلاً تبلیغ، تبشیر، انذار اور تذکیر وغیرہ۔ قرآنِ مجید میں آپ ﷺ کی مساعی کو انہیں اصطلاحوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خطرات سے بے پرواہ ہو کر پیامِ الٰہی لوگوں تک پہنچائیں، اگر ایسا نہ کیا تو رسالت کا

فرض انجام نہیں دیا۔(۸)

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته و الله یعصمك من الناس۔(۹)

"اے اللہ کے پیغام پہنچانے والے آپؐ کے پروردگار کے پاس سے جو کچھ آپؐ کی طرف اُترا ہے اس کو پہنچاؤ اگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا تو آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور آپ ﷺ کو اللہ لوگوں سے بچالے گا۔"

یٰایھاالنبی انا ارسلنٰك شاھداو مبشرا و نذیرا۔ (۱۰)

"اے پیغمبر ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو گواہی دینے والا، اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

"لوگوں کو نصیحت کریں اگر نصیحت فائدہ مند ہو۔"

وذکرفان الذکریٰ تنفع المومنین۔ (۱۱)

"اور نصیحت کر کہ نصیحت اہلِ ایمان کو فائدہ پہنچاتی ہے۔"

حضور ﷺ کے ارشادات میں مکالمہ کی بڑی اہمیت آئی ہے اور آپ نے اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر بڑا زور دیا ہے، صحابہ کرامؓ اور تمام امت کو مکالمہ کا حکم دیا ہے، صحابہ کرامؓ کو تبلیغ کی غرض سے دور دراز علاقوں میں بھیجا، اور فرمایا

بلغوا عنی ولوآیہ۔ (۱۲)

مجھ سے (تم جو بات سنو) وہ دوسروں تک پہنچاؤ چاہے وہ ایک آیت ہو۔

ان آیات اور احادیث سے مکالمہ کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مکالمہ کا حکم دیا اور حضور ﷺ اس کی افادیت پر زور دیتے ہیں اور اسے ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مکالمہ کے دونوں دوائر کو ملحوظ رکھا اور اپنی امت کے لیے لازم قرار دیا کہ وہ تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھیں آپ ﷺ نے مختلف طریقوں سے مکالمہ کیا جن میں وفود کا مختلف حکمرانوں کی طرف بھیجنا اور ان کی طرف خطوط بھیجنا وغیرہ۔ مکالمہ کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ لوگ آپس میں بات چیت کریں گے تو ان کے درمیان رنجشیں ختم ہو جائیں گی ،اور ناخوشگواری کے

امکانات کم ہو جائیں گے۔

مکالمہ کی خصوصیات:

مکالمہ جن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے قران نے خود اس کا اسلوب بتا دیا کہ لوگوں کو کس طرح دین کی طرف بلاؤ اوران سے مکالمہ کس طرح کرو اللہ پاک نے ان الفاظ میں حکم فرما دیا کہ

اُدع الیٰ سبیل ربك بالحکمته والموعظة الحسنة و جادلهم بالّتی هی احسن ان ربك هو اعلم بمن ضلّ عن سبیله وهواعلم بالمهتدین۔(۱۳)

''اے پیغمبر!(ﷺ) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو، جو اس کے راستے سے بھٹک گیا، تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو راستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔''

بقول سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

دعوت کے یہ تین اصول مسلمانوں کو سکھائے گئے: عقل وحکمت، موعظ حسنہ اور مناظرہ بطریق احسن مسلمان متکلمین نے بیان کیا ہے کہ تبلیغ ودعوت کے یہ تینوں اصول وہی ہیں جو منطقی استدلال میں عموماً کام میں لائے جاتے ہیں، یعنی ایک تو برہانیات جن میں یقینی مقدمات کے ذریعے سے دعویٰ کے ثبوت پر دلیلیں لائی جاتی ہیں۔ دوسرے خطابیات جن میں مقبول اور مؤثر اور دل پذیر اقوال سے مقصود کو ثابت کیا جاتا ہے اور تیسرے جدلیات جن میں مقبول عام اقوال اور فریقین کے مسلم مقدمات سے استدلال کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے پہلے طریقہ کو حکمت، دوسرے کو موعظت حسنہ اور تیسرے کو جدال سے تعبیر کیا اور استدلال کے یہی وہ تین طریقے ہیں جن سے ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنے مدعا کو ثابت کرتا ہے۔(۱۴)

مکالمے کا مقصد دوسروں کو شکست دینا نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعلق سیکھنے اور تفہیم حاصل کرنے

سے ہے۔قرآن اس پر اصرار کرتا ہے کہ کہ دنیا کا حسن اس کے تنوع میں ہے، بصورت دیگر خدا نے اس کو ایسا بنایا ہی نہ ہوتا۔

ولو شاء ربك لآمن من في الارض كلهم جميعا افانت تكره الناس حتي ليكونو مومنين۔ (۱۵)

اگر تمہارا رب چاہتا تو تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے۔کیا آپ لوگوں کو زبردستی کر سکتے ہیں کہ وہ سب ایمان لے آئیں۔آگے قرآن کہتا ہے کہ:

يا ايها الناس انا خلقنا كم من ذكر و انثیٰ وجعلنٰكم شعوبا وقبائل لتعارفوا (۱۶)

اے انسانو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت میں سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

حکمت اور دانائی سے مکالمہ کیا جائے :

قرآنی نقطۂ نظر سے ''حکمت'' تبلیغی طریقۂ کار میں اولین اہمیت کی حامل ہے۔حکمت کا مطلب ہے کہ بیوقوفوں کی طرح اندھا دھند تبلیغ نہ کی جائے بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنیت، استعداد اور حالات کو سمجھ کر نیز موقع ومحل کو دیکھ کر بات کی جائے ہر طرح کے لوگوں کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکا جائے، جس شخص یا گروہ سے سابقہ پیش آئے تو اس کے مرض کی تشخیص کی جائے، پھر ایسے دلائل سے اس کا علاج کیا جائے جو اس کے دل ودماغ کی گہرائیوں سے اس مرض کی جڑ نکال سکتے ہوں۔(۱۷)

مکالمہ بلاشبہ ایک سچے جذبے اور حقیقی لگن کی متقاضی ہے، لیکن جوش وجنون میں موقع اور محل کا لحاظ نہ کرنا سخت مضر ہے۔مثلاً ایک داعی حق کو ان تمام اوقات میں دعوتِ حق سے بچنا چاہیے جب مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو۔نہ صرف اس حالت میں بلکہ دعوت پیش کرنے کے بعد بھی مخاطب پر اعتراض، نکتہ چینی کا دورہ پڑ جائے تو داعی کو چاہیے کہ بحث کو بڑھانے کے بجائے اس کو ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرے۔(۱۸)

عن عكرمه انّ ابن عباسؓ قال: حدث الناس كلّ جمعه مرّه

فان ابیت فمرتین فان اکثرت فثلاث فلا تملّ الناس هٰذالقرآن ولا اُلفینّك تاتی القوم وهم فی حدیث من حدیثهم فتقصّ علیهم فتملّهم ولکن انصتُ فاذا امروك فحدثهم وهم یشتهونه (۱۹)

''عکرمہ سے روایت ہے ابنِ عباسؓ نے کہا کہ لوگوں کو جمعہ جمعہ وعظ کیا کرو۔ اگر اس سے زیادہ ہوتو ہفتہ میں دوبار، اگر اس سے بھی زیادہ کرنا چاہو تو تین بار اور لوگوں کو اس قرآن سے بیزار نہ کرو ایسا ہرگز نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس ایسے وقت میں آؤ جب وہ اپنی کسی اور دلچسپی میں ہوں اور اس وقت ان کو وعظ سنانا شروع کردو اور اس کا نتیجہ بیزاری ہے۔ ایسے موقع پر خاموش رہو یہاں تک کہ لوگ تم سے خواہش کریں تو ان کو سناؤ تا کہ تمہارا وعظ رغبت سے سنیں۔''

آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لیے متعین کیا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا:

یسّرا ولا تعسر او بشر اولا تنفّرا۔ (۲۰)

''دینِ الٰہی کو آسان کر کے پیش کرو، سخت بنا کر نہیں۔ لوگوں کو خوشخبری سنانا، نفرت نہ دلانا۔''

حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

انك تاتی قوماً من اهل کتٰب فاذا جئتهم فادعهم الٰی ان یشهدو ان لاالٰهُ الاّاللّٰه وان محمد رسول اللّٰه ﷺ فان هُم اطاعوالك فاخبر هم ان اللّٰه قد فرض علیکم خمس صلٰوت فی کُلّ یوم و لیلة فان هم اطاعوالك بذلك فاخبر هم انّ اللّٰه قد فرض علیهم صدقة تو خذُ من اغنیآنهم فترد علٰی فُقرآءِ هم فان هم اطاعوا بذلك و کرائم اموالهم و اتّق دعوةّ المظلوم فانهُ لیس بینها و بین اللّٰه حجاب۔ (۲۱)

''تم یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے تو ان کو پہلے اس کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔ جب وہ یہ مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ یہ مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے، یہ صدقہ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دلایا جائے اور جب وہ اس کو تسلیم کر لیں تو دیکھو صدقہ میں چن چن کر ان کے بڑھیا مال کو نہ لینا اور ہاں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔''

گزشتہ بحث سے یہ بات عیاں ہوگئی ہوگی کہ مکالمہ جب مخالف مذہب سے کیا جائے اور اور وہ حق بات کو مان لیں تو دین کے احکامات ان پر ایک دم لاگو نہ کیے جائین بلکہ رفتہ رفتہ انہیں دینی احکامات سے روشناس کرایا جائے۔

مخاطب کی نفسیات کو سمجھ کر مکالمہ کیا جائے :

حکمت مکالمہ کے لیے دوسری اہم بات جسے متکلم کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے وہ مخاطب کی استعداد اور نفسی کیفیات ہیں۔ مثلاً عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ بحثیں شروع کر دی جائیں یا کسی دانشور سے گفتگو کرتے ہوئے بے رنگ اور بے ڈھب اندازِ گفتگو اختیار نہ کیا جائے، بلکہ لوگوں سے ان کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کی جائے۔ دعوتِ حق کے بعض مشکل تقاضے ہوتے ہیں اور بعض سہل۔ داعی کو آغاز ہی میں وہ تمام باتیں بیان کرنی چاہئیں جن سے اکتاہٹ اور تنفر پیدا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

یسروا ولا تعسروا ولا تنفّرو۔(۲۲)

'آسانی پیدا کرو تنگی نہیں، خوشخبری دو لوگوں میں نفرت نہ پھیلاؤ۔''

تبلیغ کے جوش میں یہ بات بھی جائز نہیں کہ آدمی جس مجلس میں چاہے چلا جائے اور کوئی بات سننے کے لیے تیار بھی نہ ہو اور وہ اپنی بات سنانے کے لیے بضد ہو۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ:

ولا الفینك تاتی القوم وهم فی حدیثهم فتقص علیهم
ولاکن انصت فاذا امروك فحدثهم وهم یشتهو نه۔ (۲۳)

''میں تم کو اس حال میں نہ دیکھوں کہ تم کسی جماعت کے پاس جاؤ اور وہ اپنے کسی اور کام میں مشغول ہوں اور اس حالت میں تم ان کو اپنا واعظ سنانا شروع کردو، بلکہ تمہیں چاہیے کہ خاموش رہو جب لوگ فرمائش کریں تو ان کو سناؤ۔''

مکالمہ میں یہ بات بھی حکمت کے خلاف ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو لوگوں کے لیے بوجھ بن جائے۔ اور لوگ بات سمجھنے کے بجائے اس سے بھاگنے لگیں۔ اس لیے مکالمہ آسان فہم اور خوامخواہ کی طوالت سے پاک ہو اور جس موضوع پر بات ہو رہی ہو اس پر مختصر و جامع الفاظ میں مکالمہ کیا جائے۔ ابو وائلؒ سے روایت ہے کہ:

عن ابی وائل قال: کان عبداللّٰہ بن مسعود یذ کروا ناس فی کل خمیس فقال لهُ رجل: یا اباعبدالرحمٰن لوددت انك ذکرتنا کل یوم قال: اما انّه یمنعنی من ذالك انی اکرهُ ان املکم و انی اتخولکم باالموعظه کما کان رسول اللّٰہ ﷺ یتخولنا بهامخاف تسامته علینا (۲۴)

''ابو وائل سے روایت ہے کہ: عبداللہ بن مسعود لوگوں کو ہر جمعرات واعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن مری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کیا کریں۔ انہوں نے کہا کہ میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت سناتا ہوں جس طرح آنحضرت ﷺ ہم کو ناغہ کر کے نصیحت سنایا کرتے تھے تا کہ ہم بیزار نہ ہو جائیں۔''

غور و فکر کی دعوت:

حکمت مکالمہ کا تقاضہ ہے کہ مخاطب کو غور و فکر کی دعوت دی جائے اور اسے تفکر و تدبر کی راہ

پر ڈالا جائے۔ عقلی دلائل اور مشاہداتی براہین کے ذریعہ دعوت حق کو مؤثر بنایا جائے۔ مذاہبِ عالم کی تاریخ میں نبوتِ محمد یہ ایک منفرد ربانی آواز ہے جس نے محض حاکمانہ قانون اور آمرانہ احکام کے بجائے عقل انسانی کو مخاطب کیا، غور وفکر کی دعوت دی اور فہم وتدبیر کا مطالبہ کیا۔ اس نے اپنی تعلیم کے ساتھ اس کی خوبی، مصلحت اور حکمت خود ظاہر کی اور بار بار مخالفوں کو آیاتِ الٰہی میں غور وفکر کی ہدایت کی۔

تبصرة وّذکری لکل عند منیب۔(۲۵)

''یہ بصیرت اور نصیحت ہے ہر رجوع ہونے والے بندے کے لیے۔''

ھٰذا بصآئر مّن رّبّکم ۔(۲۶)

''یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے بصیرتیں ہیں۔''

ھٰذا بصآئر للناس ۔(۲۷)

''یہ لوگوں کے لیے بصیرتیں ہیں۔''

افلا یتدبرون القرآن۔(۲۸)

''کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔''

تلك اٰیٰتُ الکتب الحکیم ۔(۲۹)

''یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔''

پورا قرآن صداقت کی عقلی دلیلوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہر مسئلہ کی مصلحتیں اور حکمتیں علی الاعلان ظاہر کی گئی ہیں۔ یہ انسان کی اپنی سمجھ اور عقل دانش پر منحصر ہے کہ وہ ان سے کتنا استفادہ کرتا ہے۔ اور اس پر عمل کرتا ہے جس انسان نے قرآن کو سمجھا اور اس سے استفادہ کیا وہی کامیابی کی منزل پر ہوگا۔ متکلم کو قرآنی دلیلوں سے مخاطب کو قائل کرنا چاہیے۔

عدل وانصاف سے مکالمہ کیا جائے:

ایک مسلمان مومن کو جن باتوں کے لیے زبان کھولنا ضروری ہے ان میں عدل وانصاف سے گفتگو ہے۔ اسلام نے جو بڑی نیکیاں گنوائیں ہیں ان میں ایک ہے، صلح کروانا اور دوسری ہے انصاف کی بات کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: